بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظرات

سیاسی آزادی حاصل کرنے کے بعد مسلمان ملک اب اس دور میں داخل ہوچکے ہیں کہ ان کے جمہور میں آگے بڑھنے، اپنے آپ کو بہتر بنانے، ترقی کرنے، اور اپنی قومی و ملی شخصیت کے اثبات اور اس کے اظہار کا جذبہ پیدا ہو رہا ہے۔ ان ملکوں کے گرد و پیش کے حالات، نیز بین الاقوامی سیاسیات کا دباؤ اور پھر خود مسلمان جمہور کی صدیوں کے جمود کے بعد بیدار ہونے والی اندرونی خودی یقیناً اس جذبے کو زیادہ سے زیادہ تقویت بخشے گی - اور جس راہ پر اب مسلمان ملک چل پڑے ہیں، اس پر وہ برابر چلتے رہیں گے - وہ مادی ترقی کریں گے - عہد حاضر کی تمام سائنسی، میکانکی، فنی، علمی، ادبی کامیابیوں کو اپنائیں گے- معاشی لحاظ سے خوش حال ہوں گے- اپنی سیاسی آزادی کو اقتصادی آزادی کے ذریعہ مستحکم کریں گے، اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے معنوی وجود کی اساس یعنی اسلام کی روح کو اپنے اندر ایک نئی قوت، نئی آب و تاب، نئی شان اور نئے انداز سے موثر اور کار فرما دیکھیں گے - اور ان کی یہ کوشش ہوگی کہ آج کی تمام ترقیوں، کامیابیوں اور نعمتوں پر حاوی ہونے کے ساتھ وہ اپنی ماضی کی سر بلندیوں سے بھی ذھناً اور جذباتی طور پر اس طرح متعلق رہیں۔ گویا ان کی آج کی زندگی اسی زندگی کا ایک تسلسل ہے، جب کہ اسلام دنیا کی سب سے بڑی تخلیقی و فعال قوت تھی اور مسلمان زندگی کے ہر شعبے میں سب سے آگے تھے -

ایک قوم کی بھرپور شخصیت صرف اسی طرح بنتی ہے ۔ اور اس کی اس شخصیت کے اثبات و اظہار کا یہی طریقہ ہے ۔

* * *

یہ جو کچھ عرض کیا گیا، محض خوش فہمی نہیں ہے ۔ اسلام اور مسلمان تاریخ میں ایک بار پہلے بھی یہ کردار ادا کر چکے ہیں، ساتویں صدی عیسوی میں اسلام جب ایک انقلاب آفریں مذہبی، روحانی، سیاسی اجتماعی اور معاشرتی قوت کی حیثیت سے آگے آیا ہے ۔ اس کی بدولت تاریخ میں جو تبدیلیاں ہوئیں ، دنیا کا نقشہ جس طرح بدلا ۔ اور اس میں نئی تخلیقی قوتیں جیسے بروئے کار آئیں ، تاریخ کا ہر طالب علم اسے جان سکتا ہے ۔ مسلمانوں کا سارا عروج و اقبال اور ان کی تمام عظمت، یہ سب اسلام کی اس انقلاب آفریں اور تخلیقی قوت کا مظہر تھا ۔ تاریخ کے اس دور میں اور ان مسلمان قوموں میں اس قوت کا عملی مظہر وہ تھا ۔ آج کا دور دوسرا ہے ۔ آج کی مسلمان قومیں دوسری ہیں ۔ پھر آج کے مسائل، آج کے حالات و تقاضے اور ہیں۔ ظاہر ہے اسلام کی یہ انقلاب آفریں اور تخلیقی قوت کا آج اور طرح اظہار ہوگا ۔

* * *

اس دور میں اسلام بحیثیت ایک دین کے، اس وقت کے تمام ادیان پر عملاً غالب آیا تھا ۔ ایک دین کو جانچنے، پرکھنے اور اس کے اوروں سے بڑھ کر حق پر ہونے کے جو بھی عقلی و روحانی معیار تھے " ان سب کی رو سے اسلام اس دور میں تمام پر فائق رہا، چنانچہ جہاں جہاں وہ پہنچا، دوسروں کو اس کے لئے جگہ خالی کرنی پڑی ۔ اسلام کی یہ عقلی و روحانی برتری آج بھی مسلم ہے ۔ اور اس اعتبار سے کوئی دین اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا ۔

اسلام کی بنیادوں پر اور اس کے زیر اثر مسلمانوں نے جو سیاسی، معاشی اور اجتماعی نظام بنائے ۔ ان کی افادیت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ تاریخ میں صدیوں تک ان نظاموں کا دور دورہ رہا ۔ اور ان سے دنیا میں نئی نئی تحریکیں اٹھیں ۔ پس ماندہ انسانیت ابھری—مردہ قومیں زندہ ہوئیں ۔ اور بہت حد تک یورپ کو ان کی بدولت ہی نئی زندگی ملی ، اور وہاں نشاۃ ثانیہ ممکن ہو سکی ۔

ان تمام امور میں اسلام کی روح اس طرح کارفرما ہوئی کہ پہلوں نے جو بھی نظام بنائے تھے، انہیں سرتاپا نجس نہیں سمجھا گیا ۔ اور جیسا کہ قرآن مجید میں بار بار آیا ہے کہ پہلی جو امتیں گذر چکی اور پہلے جو دین آچکے ہیں، یقیناً ان میں اچھائیاں بھی تھیں، اب مسلمانوں نے ان نظاموں کو یکسر رد نہیں کیا ۔ اور انہیں ،ملیچھوں کا کیا کرایا نہیں سمجھا ۔ انہوں نے ان نظاموں کو عملی نقطہ نظر سے دیکھا اور ان کے مفید و مضر پہلوؤں کا جائزہ لیا ۔ ان میں سے جو چیز مفید معلوم ہوئی اور وہ اسلام کے خلاف نہ تھی ۔ اسے اپنا سمجھ کر لے لیا گیا۔ یہ سیاست، معیشت، اجتماعیت اور علوم و فنون، بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں ہوا ۔ جنانچہ اس طرح اسلامی نظام، اسلامی تہذیب و ثقافت اور اسلامی علوم وجود میں آئے ۔ اور انہوں نے فروغ پایا ۔

*

اسلام کے اس تاریخی کردار کا ہنگری کے مشہور مستشرق عبدالکریم جرمانوس نے جو بعد میں اسلام لے آئے تھے، ان الفاظ میں ذکر کیا ہے :۔

" یہ سیل رواں جو اللہ کے فوق الادراک ارادے کے تحت شروع ہوا، صحرائے عرب میں سے گذرتا ... سب کو اپنے ساتھ بہاتا چلا گیا ۔ یہ بڑا فتح مندانہ سیلاب تھا ۔ اس کی مثال اس چڑھتے ہوئے دریا کی تھی، جو اپنے سامنے آنے والی ہر چیز کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے ۔ اور جب وہ اترتا ہے تو اس کی سیراب کی ہوئی زمینوں سے رنگا رنگ شگوفے پھوٹ پڑتے ہیں ۔ اس سیلاب ہی کا کرشمہ تھا کہ وحشی اور اجڈ عربوں نے ایک عالمی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اور جہاں ایک طرف ان کی زبان اس وقت کی معلوم دنیا کے آخری کناروں تک پھیلتی چلی گئی، وہاں دوسری طرف انہوں نے نہ صرف اس زمانے کے تمام انسانی علوم کو حاصل کیا اور ان سے فائدہ اٹھایا، بلکہ انہیں خوب ترقی اور جلادی۔"

مستشرق موصوف اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں، لکھتے ہیں :۔

" عربوں کی یہ تہذیب انتخابی یعنی "خذ ما صفا ودع ما کدر" کے اصول پر مبنی تھی ۔ انہوں نے ہر اس چیز کو اپنایا، جو قرون وسطی میں ایک حد تک حریت پسندانہ رجحان کی حامل تھی ۔ رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کا

ارشاد تھا کہ ” علم حاصل کرو، خواہ اس کے لئے تمہیں چین جانا پڑے “ چنانچہ عربوں کے ہاں بڑے وسیع پیمانہ پر تراجم کا سلسلہ شروع ہوا اور اس طرح عہد قدیم کے طبیعی علوم اور فلسفیانہ تصانیف محفوظ ہو گئیں “ ۔

*

اسی ضمن میں ڈاکٹر عبدالکریم جرمانوس نے مسلمانوں کے نظام قانون کا کا بھی ذکر کیا ۔ فرماتے ہیں :-

”عربوں کے ہاں ذات الٰہی کی ترجمانی قرآن مجید اور رسول‌اللہ صلی‌اللہ‌علیہ وسلم کی احادیث کرتی تھیں ۔ اور مسلمان قانون سازوں کا کام یہ تھا کہ وہ قانون کے ان مقدس ماخذوں کی تشریح اور حالات روزمرہ پر ان کی تطبیق کریں، قانون کے اس نظام کی بنیاد اخلاقیات پر رکھی گئی تھی اور انسان کی فکر و عمل کی آزادی کو بلند تر ناقابل ادراک مشیئت الٰہی کا پابند قرار دیا گیا تھا۔یہ‌مشیئت الٰہی ہر جگہ کار فرما ہے ۔ اس نے ہمیں پیدا کیا ۔ اور اب ہماری رہنمائی کا فرض ادا کرتی ہے ۔ اور اس دنیا میں جو لوگ اللہ کی اس مشیئت پر چلتے ہیں، ان کو دوسری دنیا میں اس کا اجر ملے گا “ ۔

اس مشیئت الٰہی کے بارے میں پہلوں کا تصور کیا تھا ۔ اور مسلمانوں نے اسے کیا معنی دیئے، اور اسے کس طرح اپنایا، اس کا ذکر موصوف ان الفاظ میں کرتے ہیں :-

”اس مشیئت الٰہی کی حیثیت عہد قدیم میں ایک اندھی تقدیر کی تھی، لیکن اس کے بجائے اب اسلام میں وہ ایک رحمن و رحیم خدا کی مرضی تھی، جو خبیر و علیم ہے۔ اور اپنے ازلی و ابدی مقاصد سے پوری طرح آگاہ ہے۔ وہ انسانیت کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے، اور انسانیت کو کسی حال میں بھی اس سے ادھر ادھر بھٹکنا نہیں چاہئے “ ۔

*

مختصراً یہ خلاصہ مطلب ہے، اسلام کے بحیثیت ایک دین کے اور مسلمانوں کے بطور ایک ملت کے، ساتویں صدی عیسوی کے بعد سر بلند ہونے، دنیا پر چھا جانے، اور سب کو متاثر کرنے کے اسباب و وجوہ کا۔ اسلام اور مسلمانوں

کو اس دور میں ایک بار پھر اس تاریخی کردار کو سر انجام دینا، اور اس سے پہلے جو ہوچکا ہے' اس کی از سرنو تجدید کرنا ہے۔

اسلام کے دینی معتقدات' احکام و عبادات اور اس کی اخلاقی قدروں کے علاوہ آج اکثر حلقوں میں اس بات پر جو زور دیا جاتا ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے' جو زندگی کے ہر پہلو پر شامل ہے - اور زندگی کا کوئی شعبہ بھی اس سے باہر نہیں رہنا چاہئے' در اصل مسلمانوں کی اس قدرتی خواہش کا اظہار ہے کہ اسلام اور مسلمان پہلے کی طرح پوری زندگی میں آگے بڑھیں اور سر بلند ہوں - اور یہ جو ارشاد ہوا ہے کہ تم میں سے '' اکرم '' وہ ہے، جو '' اتقی '' ہے - تو '' اتقی '' ہونا صرف مسجد اور اس کے متعلقات تک محدود نہ ہو' بلکہ اس کے ذیل میں ساری زندگی مع سیاست' معیشت' اجتماعیت اور تہذیب و تمدن اور علوم و فنون تک آجائے - اس پس منظر میں ایک مسلمان کی طرف سے اسلام کو ایک مکمل ضابطہ حیات ماننے اور منوانے کا مطالبہ بے شک بالکل فطری ہے' البتہ یہاں مابہ النزاع مسئلہ یہ ہے کہ مکمل ضابطہ حیات کی عملی تفصیلات کیا ہیں - اور کیا ہونی چاہئیں -

---*---

مسلمان جمہور کی موجودہ بیداری کا باقاعدہ آغاز ۱۹۱۳ء کی جنگ عظیم کے بعد سے ہوتا ہے - اتاترک اور رضا شاہ پہلوی نے فوری اور قدرے تشدد آمیز ذرائع سے اپنے ملکوں سے صدیوں کے جمود' فرسودگی اور ہمہ جہتی پس ماندگی کو ختم کرنا چاہا - علامہ اقبال نے تو '' روح شرق '' کہا ہے، لیکن اسے '' روح اسلام '' کہنا بھی صحیح ہوگا کہ :

نہ مصطفیٰ نہ رضا شاہ میں نمود اس کی
کہ روح شرق بدن کی تلاش میں ہے ابھی

اب کچھ سالوں سے ترکی کی ہئیت سیاسیہ اور ہئیت اجتماعیہ میں ترک مسلمانوں کی اسلامیت اور اسلامی روایات پہلے سے زیادہ اثر انداز ہونے لگی ہیں اور ترکوں کی زندگی میں ایک خوش آئند تبدیلی آرہی ہے۔

حال ہی میں مصر ، عراق ، شام اور الجزائر یہاں تک کہ تیونس میں بھی عربیت اور اسلام کے ساتھ ساتھ اشتراکیت کو بھی بطور نصب العین کے پیش کیا جارہا ہے۔ اس سے ان ملکوں کے قائدین کا مقصد اپنے ہاں کی مجموعی زندگی کو نہ کہ اس کے صرف ایک پہلو کو ' بدلنا ، بہتر بنانا اور عہد حاضر کے تقاضوں کے اس طرح مطابق بنانا ہے کہ وہ جمہور کی اسلامیت طلبی کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی دنیوی و مادی ضروریات کی بھی تکمیل کر سکیں ۔

انڈونیشیا میں علمائے دین ، قوم پرستوں ' مسلح افواج اور کمیونسٹ پارٹی کو باہم مل جل کر سیاسی نظام چلانے کی اجازت دے کر ملک کو قومی و اسلامی راہوں پر آگے بڑھانے کا تجربہ کیا گیا اور کیا جارہا ہے ۔ پاکستان میں اس سلسلے میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ ایک طرف اسلامی تعلیم ، اسلامی اداروں اور اسلامی روایات و رجحانات کی توسیع و ترقی کی ہر درجے پر حوصلہ افزائی ہو رہی ہے ، اور دوسری طرف معیشت ، صنعت ، اور زراعت کو جدید سے جدید طریقوں پر ترقی دی جارہی ہے ، اس یقینی توقع پر کہ اسلامیت اور تجدید و ترقی کی دونوں قوتیں ، جن میں اصلاً و روحاً کوئی تضاد نہیں ، از خود آپس میں ہم آہنگی پیدا کرلیں گی ۔ جیسا کہ اسلامی تاریخ کے عہد عروج میں ہوا ۔ مسلمانوں نے ایرانی تہذیب ، یونانی حکمت اور ہندی باطنیت وغیرہ کو اپنے اندر ہضم کیا ۔ اور وہ ان کے اندر ہضم نہیں ہوئے ، اسلام معناً و عقلاً سب پر غالب آیا ۔ اور وہ ان سے مغلوب نہیں ہوا ۔ اور یہ اس لئے کہ اسلام کی روح حرکی ہے ۔ وہ زمانے کا مقابلہ کرتی ہے اس سے منہ موڑ کر عزلت گزیں نہیں ہو جاتی - زمانے کا ہر نیا ظہور اور ہر نئی " شان " اسلام کے نزدیک شوؤن اللہ ہی کا ایک مظہر ہوتا ہے ۔ جس کے نقص کو دور کرنا اور اس کی ناتمامی کا اتمام اسلام کے حاملین کا فرض ہے ۔

*

شام کے مفتی اعظم انہی دنوں پاکستان تشریف لائے تھے ، انہوں نے کراچی اور لاہور میں جو تقریریں فرمائیں ان کے کچھ اقتباسات اسی شمارے میں دئے جا رہے ہیں ۔ قارئین سے ہماری درخواست ہے کہ وہ مفتی اعظم کے ان ارشادات کو بامعان نظر مطالعہ فرمائیں ۔

اسلامی زندگی اور اسلامیت کے ساتھ ساتھ " علوم آفاق و انفس " کی تحصیل اور مادی ترقی کا مطالبہ اب مفتی اعظم جیسے بزرگوں کی طرف سے بھی اس شد و مد سے ہو رہا ہے ۔

*